لیزنگ پر گاڑیوں اورزمین کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت

محمد عابد چشتی

(آخری قسط)

تائید حدیث:

حدیث معاویہ بن عبداللہ بن جعفر میں ہے:

ان رجلا رهن داراً بالمدينة الى اجل مسمى. فمضى الاجل فقال الذى ارتهن منزلى فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا يغلق الرهن من صاحبه الذى رهنه. له غنمه وعليه غرمه۔

''ایک آدمی نے مدینہ منورہ میں ایک مقررہ مدت تک اپنا گھر رہن رکھا جب وہ مدت گزر گئی تو جس کے پاس گھر رہن رکھا تھا اس نے کہا یہ میرا گھر ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرہون کو اس کے مالک جس نے رہن رکھا ہے اس سے نہ روکا جائے اسی کے لئے اس کا نفع ہے اور اسی پر اس کا تاوان (چٹی) ہے۔

اس حدیث کو روایت کیا امام شافعی، امام اثرم اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن متصل ہے۔ حافظ ابن حجر مکی نے بلوغ المرام میں اس حدیث کے راویوں کے بارے میں فرمایا ہے:

''**رجاله ثقات**''

اتفاق فقہاء کرام:

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی فقہاء کرام کا اس بارے میں اتفاق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں؟

ويتم البيع فى الاحوال العادية بواسطة الراهن او وكيله لانه هو المالك للمرهون وبناء عليه اذا حل الأجل الدين طالب المرتهن الراهن بوفا الدين فان استجاب الى طلبه فوفى فبها ونعمت وان

لم يستجب لمطل او اعسار رلغيبة اجبره القاضی علی البيع باتفاق الفقهاء۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ کتاب الرہن)

عام حالات میں راہن یا اس کے وکیل کے واسطہ سے بیع مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ مرہون کا مالک ہوتا ہے اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے جب قرض کی مقررہ مدت آ جائے اور مرتھن راہن سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرے پھر اگر راہن اس کی طلب کے جواب میں ادائیگی کر دے تو بہتر ہے اور اگر وہ ظلماً یا تنگدستی کی وجہ سے یا موجود نہ ہونے کی وجہ سے مرتھن کا مطالبہ کا جواب نہ دے تو قاضی اس کو باتفاق فقہاء بیع پر مجبور کرے گا۔

اور اسی بات کو علامہ شیخ محمد امین المشہور ابن عابدین شامی بھی بیان فرماتے ہوئے اپنی کتاب فتاویٰ شامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

(ولا يملك راهن ولا مرتهن بيعه بغير رضا الآخر فان حل الاجل وغاب الراهن اجبر الوكيل على بيعه كما هو) الحكم (فی الوكيل بالخصومة) اذا غاب مؤكله واباها فانه يجبر عليها بان يحبسه اياماً ليبيع فان لم يبعها بعد ذالك باع القاضی دفعا للضرر۔ (درمختار مع ردالمختار، ص ۳۵۹، مطبوعہ کوئٹہ)

اور راہن و مرتہن میں سے کوئی دوسری کی اجازت کے بغیر مرہون بیچنے کا مالک نہیں۔ پھر اگر مقررہ مدت آ جائے اور راہن موجود نہ ہو تو وکیل کو بیع پر مجبور کیا جائے گا۔ جیسا کہ وکیل بالخصومۃ کا حکم ہے جب اس کا مؤکل موجود نہ ہو اور اس کا انکار کرے تو اسے اس پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسے کچھ دن تک روکے رکھے تاکہ وہ اسے بیچ دے اگر وہ اس کے بعد بھی اسے نہ بیچے تو قاضی ضرر سے بچنے کے لئے خود اسے بیچ دے۔

مذکورہ حدیث اور عبارات فقہاء سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر Leassee کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے تو بینک کو اس کی طرف سے جمع کرائی گئی۔ سیکورٹی میں سے اپنی قسط وصول کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے بلکہ اپنے حق کی وصولی کے لئے عدالت سے رجوع کرے گا اور عدالت اسے مجبور کرے گی کہ وہ اپنے ذمے واجب الادا قسط کو ادا کرے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

لیزنگ کے متعلق چھٹا سوال:

جب کوئی شخص لیزنگ پر گاڑی کے حصول کے لئے بینک کے ساتھ معاہدہ کرتا ہے اس کے بعد بینک کے کمپنی سے گاڑی لیتے لیتے اس کو دینے تک تقریباً چھ ماہ کی تاخیر ہو جاتی ہے اور بینک قسطوں کی وصولی معاہدہ کے وقت سے ہی شروع کر دیتا ہے تو کیا بینک کا گاڑی دینے سے پہلے اس کی قیمت یا قیمت کا کچھ حصہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:

مذکورہ صورت بظاہر اور عقلاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ بینک اس چیز کی بیع کر رہا ہے جو اس کے قبضہ میں ہی نہیں ہے لیکن شریعت میں اس کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ صورت بیع سلم کی طرح ہے اور بیع سلم کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ بیع سلم کی مشروعیت قرآن سنت اور اجماع امت سے ہے چنانچہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی فرماتے ہیں:

السلم مشروع فی الکتاب والسنة واجماع الامة۔

یعنی بیع سلم کتاب سنت اور اجماع الامۃ سے مشروع ہے۔

قرآنِ مجید سے بیع سلم کی مشروعیت:

اللہ تعالیٰ عزوجل قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ط (القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت مداینہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اشھد اَن السلف المضمون الی اجل مسمی قد احلہ اللہ واذن فیہ ثم قرأ ھذہ الایہ رواہ الشافعی والطبرانی والحاکم فی مستدرکہ فی تفسیر سورۃ البقرۃ والبیھقی۔ ایضاً۔ (نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ، جلد ۴، ص ۴۴)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ بیع میں سامان کی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

ضمان ایک مقررہ مدت تک مؤخر کرنے کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں حلال فرماتا ہے اوراس کی اجازت دی ہے۔

پھر آپ نے آیت مداینہ تلاوت فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے۔

حدیث شریف سے بیع سلم کی مشروعیت:

"ماروی ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینہ وھم لیسلفون فی الثمار السنة والسنتین والثلاث فقال من اسلف فی شیء فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم ۔" (اخرجہ الائمة الستة فی کتبھم عن ابن عباس انظر جامع الاصول الجلد۲،ص ۱۷، ونصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ،الجلد۴،ص ۴۶)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ لوگ پھلوں میں ایک دو اور تین سال تک بیع کومؤخر کیا کرتے تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا جو کسی شے میں تاخیر کرے تو وہ معین تول (وزن) معین پیمائش اور معین مدت تک مؤخر کرے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مال کو معین مدت اور معین مقدار کے ساتھ مؤخر کیا تو یہ جائز ہے۔

اجماع امت سے مشروعیت سلم:

قال ابن المنذر اجمع کل من نحفظ عنہ من اھل العلم علی ان السلم جائز ولان بالناس حاجة الیہ ان ارباب الزروع والثمار والتجارات یحتاجون الی النفقة علی انفسھم او علی الزروع ونحوھا حتی تنضبح فیجوز لھم السلم دفعاللحاجة۔ (المبسوط

لامام محمد، جلد۱۲، ص۱۲۴۔ فتح القدیر، جلد۵، ص۳۲۳، بدائع الصنائع، جلد۵، ص۲۰۱، ردالمختار، جلد۴، ص۲۱۱)

حضرت امام ابن منذور فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیع سلم جائز ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے۔ اس لئے کہ کھیتوں والے، پھلوں والے اور تجارت والے اپنے اوپر زراعت پر اور اس کی مثل دیگر خرچوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ جب تک کھیتی پک نہ جائے ان کے لئے ان کی اس حاجت کو پورا کرنے کے لئے بیع سلم کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

فقہاء کرام کے ان بیانات سے صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیع سلم جائز ہے اور بینک کی طرف سے کیا جانے والا یہ عقد بھی اسی کے زمرے میں آتا ہے اس وجہ سے یہ بھی جائز ہوگا۔

فائدہ:

بیع سلم کی مشروعیت کی مزید تحقیق کے لئے مندرجہ ذیل کتب دیکھیں: فقہ السنہ، جلد۳، مطبوعہ بیروت، ص۱۲۲، از سید سابق۔ زیلعی شرح متن الکنز از علامہ فخرالدین عثمان بن علی زیلعی مطبوعہ الکبری الامیریہ مصر جلد۴، ص۱۱۰، بحرالرائق شرح کنزالدقائق، از شیخ زین الدین المعروف ابن نجیم، مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبریٰ (مصر)، جلد ۶، ص ۱۵۵، روضۃ الطالبین، جلد۳، ص۲۴۲، از علامہ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔

درج ذیل میں سلم کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

سلم کیا ہے:

عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ لغت اہل حجاز کی ہے اور اس کا معنیٰ لغۃ السلف ہے سلف بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ اہل عراق کی لغت ہے۔

السلف ماخوذ من التسليف وهو التقديم لان الثمن هنا مقدم على المبيع۔

سلف تسلیف سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے تقدیم کیونکہ ثمن یہاں مبیع پر مقدم ہوتا ہے اس لئے اسے سلف کہتے ہیں۔

ایک معنی اس کا یہ ذکر کیا ہے کہ

السلم عبارة عن نوع بيع يتعجل فيه الثمن

یعنی سلم ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں ثمن فوراً (فی الحال) ادا کیا جائے۔

اصطلاحاً سلم:

بیع سلم کی اصطلاح فقہاء میں تعریف مختلف ہے۔ چنانچہ بعض نے کہا:

هو اخذ عاجل بآجل (ہدایہ کتاب البیوع)

یعنی فی الفور چیز کو مؤجل (مؤخر) چیز کے بدلہ میں لینا۔

اور بعض نے کہا:

هو بيع شيء موصوف في الذمة بثمن معجل۔

(فقہ السنہ، جلد ۳، ص ۱۲۱)

ثمن معجّل کے بدلہ میں کسی معین چیز کے واجب ہونے کی بیع کرنا۔

اور بعض نے کہا۔

انه عقد على موصوف في الذمة ببدل يعطى عاجلا۔

کسی معین چیز کے ذمہ میں واجب ہونے پر ایسے بدل کے ساتھ عقد کرنا جو فی الفور ادا کیا جائے۔

اور بعض نے کہا:

استلام عوض حاضر في موصوف في الذمه۔

یعنی سلم حاضر عوض کی ادائیگی کسی معین واجب چیز کے بدلہ میں کہلاتی ہے۔

اور بعض نے کہا:

السلم عاجل في عوض لا يحب تعجيله۔ (روضۃ الطالبین، جلد ۳)

یعنی سلم فوراً کسی چیز کے بدلہ میں ادائیگی جو اس چیز کو فوراً واجب نہ کرے۔

خلاصۂ کلام:

ان تمام تعریفات کے الفاظ مختلف ہیں لیکن ماحصل ایک ہی ہے وہ یہ کہ اس بیع میں ثمن کی ادائیگی تو پہلے ہے لیکن مبیع بعد ہی میں حاصل ہوتا ہے۔ اور بینکوں کی مذکورہ صورت بھی اسی طرح ہے

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

کہ وقت معاہدہ سے ثمن وصول کرنا قسطوں کی صورت میں شروع کر دیتے ہیں۔لیکن مبیع (گاڑی) بعد میں دیتے ہیں۔ راقم کی تحقیق کے مطابق یہ سلم کی صورت ہے اور بیع سلم ادلہ ثلاثہ (قرآن، سنت، اجماع) سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جائز ہے اور قیاساً اس اعتبار سے جائز ہے کہ لوگوں کو اس کی طرف حاجۃ اور ضرورت ہے۔

چنانچہ سید سابق فقہ السنہ، جلد نمبر ۳، ص ۱۲۱ پر فرماتے ہیں :

ان صاحب رأس المال محتاج الى ان يشترى السلعة، وصاحب السلعة محتاج الى ثمنها قبل حصولها عنده لينفقها على نفسه وعلى زرعه حتى ينفج فهو من المصالح الحاجة۔

مال کا مالک سامان خریدنے کا محتاج ہوتا ہے اور سامان کے مالک کو بھی ثمن حاصل ہونے سے پہلے اس کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اسے اپنے اوپر اور اپنی کھیتی پر خرچ کرے یہاں تک کہ وہ پک جائے تو یہ ضروریات سے ہے۔

الفائدۃ العظیمۃ :

بیع سلم حدیث شریف کی رو اور فقہ کی تمام کتب سے ثابت ہے کہ صرف مکیلی اور موزونی ضروریات میں جائز ہے۔لیکن یہ یادرہے کہ موزونی سے مراد غیر دراھم اور دنانیر ہیں۔ جیسا کہ لوہا، گاڑی وغیرہ دراہم اور دنانیر میں بیع سلم جائز نہیں کیونکہ یہ اثمان ہیں اور مسلم فیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مبیع ہو۔ جیسا کہ تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔

سوال نمبر ۷ :

اگر Leassee تنگدستی یا ظلماً بینک کو بقایا اقساط ادا نہیں کرتا اب بینک اس سے گاڑی یا زمین واپس لے لیتا ہے اور اس کو اسی حالت میں بیچ کر اپنے تمام اخراجات (انشورنس، رجسٹریشن، دفتری اخراجات وغیرہ) رکھ لیتا ہے اور اگر کچھ بچ جائے تو Leassee کو واپس کر دیتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ بینک کا Leassee کی قسطوں سے ان اخراجات کا منہا کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

جواب :

بینک کا اقساط کا واپس نہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں Leassee پر ظلم ہے

اور اس میں وہ قطعی طور پر راضی نہیں ہوتا کہ اسکی اقساط کو غصب اور ہڑپ کرلیا جائے ارشاد خداوندی ہے:

یـاایُّهـا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا تَأْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ۔

اس آیت مقدسہ میں تراضی طرفین کو بیع کا جزو لازم قرار دیا گیا ہے اور اس مذکورہ صورت میں روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ Leassee راضی نہیں ہے۔

مذکورہ صورت کا جواب احادیث کی روشنی میں:

احادیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی صورت جس میں جو اقساط ادا کی جاچکی ہیں وہ واپس نہ کی جائیں اسے عربون یا عربان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بیع عربون کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ:

عـن عـمرو بن شعیب عن ابیه عن جده، رج قال قال نهی رسول الله صـلـی الله عـلیه وسلم عن بیع العربان ۔(بحوالہ سنن ابن ماجہ، ص ۱۵۸، جلد اول، کتاب البیوع، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربون کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

حدیث ثانی:

حـدثـنـا الـفضل بن یعقوب...... عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جـده ان الـنبـی صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع العربان قال ابو عبـدالله الـعـربـان ان شتـری الـرجـل دابة بـمائة دینارین عربوناً فیـقول ان لم اشتری الدابة فالدینار انِ لک وقیل یعنی والله اعلم ان یشتـری الـرجل الشـیٔ فیدفع الی البائع درهما او اقل او اکثر ویقول ان اخذته والا فالدراهم لک ۔(بحوالہ سنن ابن ماجہ، ص ۱۵۸، جلد اول، قدیمی کتب خانہ)

بے شک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے۔ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ عربان یہ ہے کہ ایک آدمی ایک جانور سو دینار کے بدلے میں خریدے اور اسے (بائع) کو دو دینار دے دے اور کہے اگر میں جانور نہ خریدوں تو دو دینار تمہارے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ (واللہ اعلم بالصواب) آدمی کوئی چیز خریدے اور بائع کو ایک درہم یا کم وبیش دے اور کہے اگر تو میں نے سلام دے دیا سامان لے لیا تو ٹھیک ورنہ یہ درہم تمہارے ہوں گے۔

اسی حدیث شریف کی تشریح مذکورہ صفحہ حدیث کے حاشیہ نمبر۴ پر یوں بیان کی گئی ہے۔

قوله عن بيع العربان وهو ان يشترى السلة ويعطى البائع درهما واقل او اكثر على انه ان تم البيع حسب من الثمن والا لكان للبائع ولم يرجعه المشترى وهو بيع باطل لما فيه من الشرط والغرر واجازه احمد (بحوالہ سنن ابن ماجہ، جلد اول، ص ۱۵۸، حاشیہ۴)

بیع عربان کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی سامان خریدے اور بائع کو ایک درہم یا اس سے کم، زیادہ دے اس شرط پر کہ اگر بیع مکمل ہوگئی تو یہ ثمن میں شمار ہوں گے ورنہ بائع کے ہوں گے اور مشتری رجوع نہیں کرے گا۔ اور یہ بیع باطل ہے کیونکہ اس میں شرط اور دھوکہ ہے اور اسے امام احمد نے جائز قرار دیا ہے۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن ابى حرة الرقاشى عن عمه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا لا تظلموا الا لايحل مال امراء الا بطيب نفس منه رواه البيهقى فى شعب الايمان والدار قطنى ۔(بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، جلد ا، ص ۲۵۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، باب الغصب والعاریۃ)

حضرت ابوحرہ الرقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار ظلم نہ کرو اور کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں۔

اور چونکہ یہ معاہدہ ظاہراً بیع مؤجل کی ایک صورت ہے کیونکہ قیمت کی ادائیگی جب قسطوں میں طے ہوتی ہے تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ بیع مؤجل ہو کر منعقد ہوتی ہے۔ اس طرح دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

۱۔ مبیع کو اپنے قبضہ میں محبوس رکھنے کا حق بائع کو نہیں ہوتا اور مذکورہ صورت سے پتہ چلتا ہے کہ بائع بھی اس پر قابض و مالک ہے۔ حالانکہ اسے مبیع کو محبوس رکھنے کا حق حاصل نہیں۔ جیسا کہ تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔

۲۔ ادا کردہ قسطوں کا لے لینا دوسری خرابی ہے کیونکہ اس طرح بائع عوض اور معوض عنہ دونوں ہی کا مالک بن جاتا ہے۔ حالانکہ مشہور قاعدہ ہے:

لا یجتمع العوضان فی ملک واحد۔

گویا یہ ظلم پر ظلم کے قبیل سے ہوگیا۔ اور ادا شدہ قسطوں پر قبضہ کر لینا اکل بالباطل میں داخل ہے، جو شرعاً حرام اور ناجائز ہے۔

یہاں تک جو طریقہ کار و شرائط بیان کئے گئے ہیں اگر Leassee ان پر عمل کر کے مقررہ اقساط کو ادا کر دیتا ہے تو بینک اس کو مالکانہ حقوق دے دیتا ہے اور تمام بینکوں کی شرائط ایک جیسی ہیں۔ سوائے اس آخری صورت کے کیونکہ اس صورت میں یونین بینک لمیٹڈ کا طریقہ کار کچھ مختلف ہے اس لئے اس کا حکم علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۸:

یونین بینک قسطوں میں تاخیر کی صورت میں اگر Leassee تین ماہ تک ادائیگی نہ کرے تو اس سے اگلے تین ماہ ملا کر چھ ماہ کی اقساط اکٹھی وصول کرتا ہے اور مقررہ تاخیر کی مہلت سے پہلے کچھ اقساط کی وصولی کرتا ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے)۔ (نیز ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں جو حکم ہے وہ باقی بینکوں والا ہے جو مذکور ہوا)۔

بینک کا تاخیر کی صورت میں کچھ ماہ کی اقساط قبل از وقت لینا درست ہے کیونکہ فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ اقساط کی صورت میں اگر کسی قسط میں تاخیر ہو تو وصول کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ بقایا اقساط کو حالی بنا کر ان کی وصولی کا مطالبہ کرے تو چند اقساط کی قبل از وقت وصولی بھی درست ہوگی کیونکہ دوسری طرف سے بھی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے نقص عہد ہوا تھا۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

جیسا کہ شیخ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولو قال كلما دخل نجم ولم يؤد فالمال حال صح والمال يصير حالا۔ (البحر الرائق، جلد ۶، ص ۱۲۲)

یعنی جس وقت قسط وار ثمن کی ادائیگی کے لئے گفتگو ہو رہی ہو اس وقت بائع یہ کہے کہ جب بھی قسط کی ادائیگی کا وقت آ گیا اور قسط ادا نہ کی گئی تو دین نقد ہو جائے گا اور تاجیل باطل ہو جائے تو یہ درست ہے۔ اور مال کی ادائیگی اب نقد ہوگی تو ثابت ہوا کہ بینک کا تاخیر کی صورت میں چند اقساط کا قبل از وقت مطالبہ درست ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ بینک یہ شرط عقد معاملہ کے وقت لگاتا ہے۔

چنانچہ ردالمحتار علی درالمختار، جلد ۴، ص ۲۶ پر ہے۔

عليه الف ثمن جعله ربه نجوماً ان اخل بنجم حل الباقی۔

اگر کسی مشتری پر ایک ہزار (روپیہ) ثمن ہو اور مالک اس کی اقساط بنا دے پھر اگر کسی قسط میں خلل (تاخیر یا عدم ادائیگی کی بناء پر) ہو تو باقی ثمن فی الحال واجب ہو جائے گا۔

نیز اسی بات کو درالاحکام، جلد ۱، ص ۲۳۰ پر بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(اذا كان لانسان على آخر الف ثمن جعله اقساط ان اخل بقسط حل الباقی)۔

جب ایک شخص کے دوسرے پر ایک ہزار (روپیہ) ثمن کے ہوں اور اس کی قسطیں بنا لیں پھر اگر کسی قسط میں خلل ہو باقی اقساط فی الحال واجب ہو جائیں گے۔

اس دعویٰ مذکور یعنی جب مشتری طے شدہ اقساط میں سے کسی قسط کو ادا نہ کرے یا مؤخر کر دے تو بائع مہلت کو ختم کر سکتا ہے، کے ثبوت میں علامہ سید سابق امام زفر اور حضرت عبداللہ بن عباس کا مسلک بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ويرى ابن عباس وزفر جواز ذالك لما رواه ابن عباس ان النبی صلى الله عليه وسلم لما امرنا باخراج بنی النضير جاءه ناس منهم فقالوا يانبی الله انك امرت باخراجنا ولنا على الناس ديون

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

لم تحل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ضعوا وتعجلوا۔

(فقہ السنہ، جلد۳، ص۱۵۲، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابوبکر کا موقف:

دعویٰ مذکور کی تائید میں علامہ ابوبکر صاحب کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد ۶، ص۴۵، پر تحریر فرماتے ہیں۔

ولو جعل المال نجوماً بكفيل او بغير كفيل بشرط ان لم يوفه كل نجم عند محله فالمال حال عليه فهو جائز على ما شرط لانه جعل الاخلال بنجم شرطاً لحلول كل المال عليه وانه صحيح۔

اور اسی بات کو کنز الحقائق فی شرح کنز الدقائق، جلد۲، ص۳۴، پر اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

فلو باع بثمن حال ثم اجلا معلوماً صح ولزمه (غير القرض) فان تأجيله لا يلزم حتى لو اجله عندالقراض فلهٗ ان يطالبه فى الحال

ان تمام مذکورہ روایات اور عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمے مال کی ادائیگی کو اس طرح مقرر کیا جائے اور کسی قسط میں تاخیر یا عدم ادائیگی کی بنا پر خلل واقع ہو جائے تو پھر مالک کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ باقی تمام اقساط کی فی الفور ادائیگی کا مطالبہ کرے کیونکہ ادائیگی میں خلل کی وجہ سے باقی تمام اقساط کی ادائیگی فی الحال واجب ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ Leassee اگر تین ماہ تک اپنے ذمے واجب الادا قسط کی ادائیگی نہیں کرتا تو یونین بینک لمیٹڈ کا اس سے آئندہ تین ماہ کی اقساط کا قبل از وقت فی الحال مطالبہ کرنا درست ہے۔

سوال نمبر ۹:

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لیزنگ کی مدت کے دوران ہی Leassee کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اب اس صورت میں کیا شریعت بینک کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مرحوم Leassee کے ترکے میں سے اپنی بقایا تمام اقساط وصول کر لے یا بینک کا معاملہ مرحوم کے ورثاء کے ساتھ اسی طرح چلتا رہے گا جس طرح اس مرحوم Leassee کے ساتھ چل رہا تھا یا اس میں کسی قسم کی تبدیلی رونما ہوگی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

جواب:

اس صورت میں بنیادی طور پر تو اصول یہ ہے کہ اگر ادائیگی کی متعینہ مدت سے قبل بائع فوت ہو گیا تو معاملہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مہلت کا فائدہ جس فریق (خریدار) کو مل رہا تھا وہ ابھی زندہ ہے لہٰذا معاملہ کی اس نوعیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ہاں اگر خریدار کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں معاملے کی نوعیت پر فرق پڑے گا۔ ادائیگی میں تاخیر کی مہلت ختم ہو جائے گی۔ متوفی کے ترکہ سے فی الفور اس کے ذمے باقی تمام پیسے ادا کر دیئے جائیں گے جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:

> ویبطل الاجل بموت المدیون، لان قائدة التاجیل ان ینجر فیؤدی الثمن من تمام المال فاذا مات من لہ الاجل تعین المتروک لقضاء الدین فلا یفید التاجیل (بحرمن شرح المجمع) وصرح قبلہ : لومات البائع لا یبطل الاجل ۔(درالمختار، جلد ۷، ص ۵۳)

ایک اور مقام پر علامہ شامی فرماتے ہیں:

> لوقضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول اومات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ۔ (شامی، جلد ۱۰، ص ۴۸۹)
>
> اگر مدیون مدت سے پہلے ہی دین ادا کر دے یا فوت ہو جائے تو دین حالی بن جاتا ہے۔ اس دین کو مرحوم کے ترکے سے لیا جائے گا۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

> وبموت البائع لایحل الثمن المؤجل وبموت المشتری یحل...... ولو اجلہ الوارث لا یصح، لانّ ثمن فی الذمة وکان قائدة التأجیل ان یتجر ویودی الثمن عن نماء المال وبالموت تعین الا راء من الترکة فلا فائدة فی التأجیل ۔(الفتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ نوع آخر فی التاجیل، جلد ۴، ص ۵۱۱۔۵۱۲)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

اعلاء السنن، جلد۱۴، ص ۵۲۹۔۵۱۵ پر ہے۔

من مات وله ديون على الناس مؤجلة او للناس عليه ديون مؤجلة، فكل ذالک سواء، وقد بطلت الآجال كلها، وصار كل ما عليه وله من دين حال سواء فی ذالک القرض والبيع وغير ذالک دين.

فقہاء شوافع کا موقف:

مشتری کے فوت ہونے کی صورت میں فقہاء شوافع کا مسلک بھی یہی ہے کہ ثمن مؤجل ثمن حالی ہو جائے گا اور فی الفور اس کی ادائیگی مشتری کے ترکے میں سے ادا کی جائے گی۔ جیسا کہ تحفۃ المحتاج میں ہے:

انتقل بموت البائع لوارثه، وحل بموت المشتری ولا۔ (تحفۃ المحتاج، جلد۴، ص ۲۶۷)

عبارات فقہاء کی تائید بالحدیث:

گزشتہ سطور کی عبارات حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بالکل صحیح ہیں اور حدیث شریف ان عبارات کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ سنن دارقطنی میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مات الرجل وعليه دين الى اجل وله دين الى اجل فالذی عليه حال والذی له الى اجله۔

یعنی اللہ جل جلالہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مر جائے اور اس پر ایک مدت کے لئے دین ہو اور کسی شخص پر اس کا ایک مدت کے لئے دین ہو تو جس پر دین ہوگا اگر وہ مرا تو اس پر فی الفور ایفاء لازم ہوگا اور جس کا ہے اگر وہ مرا تو وہ اپنے اجل تک باقی رہے گا۔

(سنن دارقطنی، جلد۴، ص ۲۳۲)

اس حدیث شریف اور گزشتہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ دائن کا اگر انتقال ہو جائے تو معاملہ علی حالہ باقی رہے گا اور اگر مدیون کا انتقال ہو جائے تو معاملہ علی حالہ باقی نہ رہے گا، بلکہ مدیون کے ورثاء پر لازم ہوگا کہ وہ فی الفور ترکہ میں سے ثمن کی ادائیگی کر دیں۔

جمہور علماء کرام کا مذہب:

اس سلسلہ میں کہ دائن یا مدیون کا انتقال ہو جائے تو معاملے میں فرق آئے گا اور ثمن کی ادائیگی فی الفور لازم ہو جائے گی۔ چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی فرماتے ہیں:

> هل تحل الديون المؤجلة. بالموت : يرى جمهور العلماء و منهم ائمة المذاهب ان الديون المؤجلة تحل بالموت...... وحجتهم ان الله تبارک وتعالٰى لم يبح التوارث الا بعد قضاء الدين۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ۵، ص ۴۷۹)

یعنی کیا موت کی وجہ سے دیونِ مؤجلہ کی فی الفور ادائیگی لازم ہوگی؟

جمہور علماء جن میں ائمہ مذاہب بھی ہیں، کا خیال ہے کہ موت کی وجہ سے دیون مؤجلہ کی فی الفور ادائیگی لازم ہوگی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توارث کو قضاء دین کے بعد ہی جائز قرار دیا۔

گزشتہ صفحات میں ان بینکوں کی لیزنگ کا حکم بالتفصیل بیان کیا گیا ہے، جو لیزنگ کا "بیع بالتقسیط" کے تحت معاہدہ/عقد کرتے ہیں۔ ان کے اس طریقۂ کار میں بعض شرائط جائز ہیں اور بعض ناجائز ہیں۔ اس طرح اگر ناجائز شرائط کو ختم کر دیا جائے، جن کا متبادل حل ذکر کر دیا گیا ہے تو پھر لیزنگ بطور بیع بالتقسیط جائز ہوگی لیکن مذکورہ ناجائز شرائط کی موجودگی میں لیزنگ کا تمام عقد ناجائز ہوگا۔ لیکن بہرحال بنیادی طور پر یہ لیز جائز ہے اور فی ذاتہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ محض ناجائز شرائط کو ختم کر کے ان کے متبادل حل جو ذکر کئے گئے ہیں، ان پر عمل کیا جائے۔

لیزنگ بطور عقد اجارہ:

اب ہم ان بینکوں کی لیزنگ کا ذکر کرتے ہیں، جو لیزنگ کا بطور عقد اجارہ معاہدہ کرتے ہیں۔ پاکستان میں اب تک صرف تین بینکوں کی طرف سے لیزنگ کو "اجارہ" سے موسوم کر کے

''اسلامی اجارہ'' کے عقد کا دعویٰ کیا گیا ہے، جس کی تمام شرائط اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں۔ یہ تین بینک مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ، الفلاح بینک لمیٹڈ اور میزان بینک لمیٹڈ ہیں۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی ان کا یہ دعویٰ درست ہے یا نہیں، ان تینوں بینکوں کا طریقۂ کار تقریباً ایک جیسا ہے اور شرح منافع و کرایہ کے عددی شماریات میں تفاوت کے علاوہ صرف معمولی فرق پایا جاتا ہے۔ ذیل میں ان بینکوں کے عقد اجارہ کے طریقہ کار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مذکورہ لیزنگ کا طریقۂ کار:

ابتدائی صفحات میں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ بینک Leassee کے بارے میں کچھ شرائط مقرر کرتا ہے اور پھر ان کی جانچ پڑتال کے لئے اخراجات کی مد میں Leassee سے تقریباً تین سے پانچ ہزار (روپیہ) وصول کرتا ہے۔ یہ تینوں بینک بھی مستاجر سے یہ رقم وصول کرتے ہیں۔ اس شرط کا ذکر اور اس کا شرعی حکم پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی اس طرح سے بینک یہ اخراجات نہیں لے سکتا کیونکہ یہ بغیر کسی عوض کے ہیں۔ البتہ بینک اپنے کرائے کی شرح کو اتنا مقرر کرے جس سے اس کے سارے اخراجات نکل آئیں۔

۲۔ یہ بینک بھی Leassee سے سیکورٹی کے طور پر کل قیمت کا تقریباً ۱۵ سے ۲۰ فیصد تک وصول کرتے ہیں۔

بینک کا سیکورٹی فیس لینا جائز ہے اس کے شرعی حکم کی تفصیل (بیع بالتقسیط کی سیکورٹی کے حکم کے تحت) گزر چکی ہے۔

۳۔ مستاجر کے درخواست دینے کے بعد بینک کمپنی سے گاڑی خرید لیتا ہے اور مستاجر کو کرایہ پر دے دیتا ہے اور اجارے کی مدت کے دوران مالکانہ حقوق بینک کے پاس رہتے ہیں تاکہ وہ اس منافع کا حقدار ہو سکے لیکن گاڑی کی رجسٹریشن اور انشورنس کی فیس (جو اگرچہ بینک کے نام پر ہوتی ہے) مستاجر سے لی جاتی ہے۔

۴۔ بینک کو درخواست دینے کے بعد مستاجر کو گاڑی ملنے تک چند ماہ (چھ ماہ سے دس ماہ) کا عرصہ لگ جاتا ہے اسلامک مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ، الفلاح بینک لمیٹڈ تو جب تک گاڑی نہ ملے مستاجر سے کرائے وصول نہیں کرتے جبکہ میزان بینک معاہدے کے شروع ہوتے ہی مستاجر سے کرایہ وصول کرا دیتا ہے اگرچہ گاڑی مستاجر کو چند ماہ بعد میں ملتی ہے الفلاح اور مسلم کمرشل

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

بینک کا طریقہ صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن کیا میزان بینک کا پیشگی کرایہ وصول کرنا صحیح ہے یا نہیں۔

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پیشگی کرایہ لینا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ کرایہ ہوتا ہے اس چیز کا جس کے منافع حاصل کئے جا رہے ہوں اور جس چیز کے منافع بھی حاصل نہیں کئے جا رہے تو کرایہ کس چیز کا۔ ہاں البتہ بوقت معاہدہ پیشگی کرایہ لینا شرط قرار دیا گیا تو تب شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ (فتاویٰ ہندیہ) مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، جلد۴، کتاب الاجارہ، ص ۴۱۱ پر یہ عبارت موجود ہے۔

(واما حکمها) فوقوع الملک فی البدلین ساعة فساعه الا بشرط تعجیل الاجره۔

یعنی اجارے کا حکم یہ ہے کہ طرفین بدلین کے مالک ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ کہ ملک ایک دم نہیں ہوتی بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے۔ مگر جبکہ تعجیل یعنی پیشگی (کرایہ) لینا شرط ہو تو عقد کرتے ہی اجرت کا مالک ہو جائے گا۔

اسی طرح کی ایک عبارت بہار شریعت، جلد۱۴، مکتبہ شبیر برادرز (لاہور)، ص ۴۶۸ بھی موجود ہے۔ چنانچہ مسئلہ نمبر ۹ میں مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں کہ اجارہ میں اجرت محض عقد سے ملک میں داخل نہیں ہوتی۔ یعنی عقد کرتے ہی اجرت کا مطالبہ درست نہیں یعنی فوراً اجرت دینا اجرت ملک میں آنے کی چند صورتیں ہیں۔

۱۔ اس نے عقد کرتے ہی اجرت دے دی۔ دوسرا اس کا مالک ہوگیا یعنی واپس لینے کا اس کو حق نہیں۔

۲۔ پیشگی لینا شرط کرلیا ہو اب اجرت کا مطالبہ پہلے ہی سے درست ہے۔ (الخ)

(قدوری شریف، مکتبہ امدادیہ کتاب الاجارہ، ص ۹۳، ہدایہ جلد ثالث، کتاب الاجارات، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، ص ۲۹۴) پر ہے:

الاجرة لا تجب بالعقد وتستحق باحدی معالی ثلثة اما بشرط التعجیل او بالتعجیل من غیر شرط او باستیفاء المعقود علیه۔

☆میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

یعنی اجرت واجب نہیں ہوتی۔ عقد سے بلکہ مستحق ہوتا ہے تین باتوں میں سے کسی ایک سے پیشگی کی شرط سے یا بلا شرط پیشگی دینے سے یا معقود علیہ کے حاصل کر لینے سے۔

ان تمام عبارات فقہاء سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عقد اجارہ میں طرفین کی طرف سے پیشگی کرایہ کی ادائیگی کی شرط مقرر کر لی جائے تو یہ شرط صحیح ہوگی۔ معلوم ہوا کہ میزان بینک کا Leassee (مستاجر) سے پیشگی کرایہ وصول کرنا جائز ہے۔ کیونکہ عقد اجارہ کے وقت میزان بینک اس شرط کو مقرر کرتا ہے۔

۵۔ اگر کسی ماہ کے کرایہ کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو بینک Leassee (مستاجر) سے ۲ تا ۳ فیصد جرمانہ وصول کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

بینک کا یہ جرمانہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تعزیر بالمال ہے جو کہ ناجائز ہے اور اس کا تفصیلی حکم ماقبل میں گزر چکا ہے اور اس کا متبادل حل بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

ان بینکوں سے جب اس کے بارے میں دریافت کیا جائے کہ یہ تو ناجائز ہے پھر آپ نے اس کو اسلامی اجارے کے ساتھ کیوں موسوم کیا ہے تو بینکوں کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ ہمارے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہے۔ ورنہ تمام لوگ بلاخوف وخطر کرایہ کی ادائیگی میں تاخیر سے کام لیں گے اس وجہ سے ہم ان سے یہ جرمانہ وصول کرنے پر مجبور ہیں۔ اب چونکہ یہ ناجائز ہے اس لئے ہم اسے اپنے استعمال اور قبضہ میں نہیں لاتے بلکہ Leassee کو اس بات کا پابند کیا جاتا ہے کہ وہ یہ رقم ایک (Charity) خیراتی فنڈ میں جمع کرائیں گے تو بینک کی طرف سے یہ پابندی لگانا درست نہیں اس لئے کہ اس جرمانے کو اگرچہ وہ اپنے ذاتی استعمال میں نہیں لاتے اور خیراتی فنڈ میں جمع کرایا جاتا ہے۔ لیکن بینک Leassee (مستاجر) کو اس کی ادائیگی کا پابند تو بناتا ہے اور وہ فنڈ بھی اسی بینک میں ہوتا ہے گویا یہ جرمانے کی وصولی ہی ہوئی کیونکہ خیرات وصدقات میں ہر شخص کی مرضی ہوتی ہے اور کوئی کسی کا پابند نہیں ہوتا۔

۶۔ مسلم کمرشل بینک کی طرف سے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ ویسے تو ہمارا عقد اجارہ تین چار یا پانچ سال جتنے عرصے کا معاہدہ ہوا اتنے عرصہ تک باقی رہے گا لیکن Leassee (مستاجر) عقدِ اجارہ کو ختم کرنا چاہے تو ایک سال سے پہلے اجارہ کو فسخ نہیں کر سکتا۔

الجواب:

اس شرط کومقرر کرنا کہ ہمارا عقدِ اجارہ ایک مقررہ مدت تین تا پانچ سال تک باقی رہے گا۔عقد اجارہ کی شرائط میں بھی داخل ہے جیسا کہ تنویر الابصار مع حاشیہ درمختار، جلد ۵، کتاب الاجارہ، ص۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پر ہے: شرطها ساعة فساعة۔ اسی طرح فتاویٰ ہندیہ، جلد۳، ص۳، پر ہے فمنها معلومية الاجل۔ یعنی اجارہ کی شرائط میں سے تعین مدت بھی شرط ہے تاکہ اجارہ مفضی الی المنازعہ نہ ہو۔

سوال نمبر ۷:

اس بارے میں ساتواں سوال یہ ہے کہ دورانِ مدت معاہدہ اگر Leassee (مستاجر) مقررہ مدت سے پہلے عقد اجارہ فسخ کردے تو بعض بینک Leassee کی طرف سے جمع کرائی گئی سیکورٹی فیس مکمل یا جزوی طور پر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔کیا بینک ایسا کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بینک Leassee کی طرف سے جمع کرائے گئے زرضمانت کو نہ تو کلی طور پر رکھ سکتا ہے اور نہ ہی جزوی طور پر۔اوراس سے کسی بھی قسم کا نفع حاصل کرنا جائز ہے یا جائز نہیں اس بارے میں ماقبل میں مالی جرمانہ اورتعزیر بالمال کے حکم کی سرخی کے تحت تفصیل سے حکم گزر چکا ہے۔

البتہ بینک کا یہ شرط لگانا کہ ہر حال میں ایک سال تک معاہدہ باقی رہے گا اور کسی صورت میں بھی Leassee کو فسخ کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ شرط جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت میں مستاجر کو یہ حق دیا گیا ہے کہ کسی معقول مجبوری کی بناء پر عقد اجارہ فسخ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے جیسا کہ درمختار جلد پنجم میں ہے۔

فی سفر مستاجر دار للسكنی عذر۔ (درمختار، جلد پنجم، کتاب الاجارہ، ص ۵۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

سوال نمبر ۸:

عقد اجارہ کی مدت کے دوران اگر گاڑی چوری ہوجائے یا مکمل طور پر حادثہ کی وجہ سے تباہ ہوجائے تو بینک انشورنس کمپنی میں کلیم داخل کراتا ہے اور کلیم کی رقم ملنے کے بعد مستاجر کو دوسری گاڑی

دیتے ہیں اور اس عرصہ میں جو چند ماہ تک محیط ہوتا ہے۔ مستاجر سے کرایہ وصول نہیں کیا جاتا۔ ان بینکوں کی طرف سے یہ اقدام اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے کیونکہ کرایہ تو کسی چیز کی منفعیت کے عوض میں دیا جاتا ہے تو جب وہ چیز ہی نہ رہی تو اس کی منفعیت کا سوال نہ کرنا شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

سوال نمبر ۹:

عقد اجارہ کی مدت کے اختتام پر بینک اور مستاجر کا سابقہ معاہدہ ختم ہو جاتا ہے۔ اب بینک ایک نئے عقد کے ذریعے مستاجر کی طرف سے جمع کرائی گئی سیکورٹی ثمن کے طور پر رکھ لیتا ہے اور گاڑی اسی حالت میں مستاجر کے ہاتھ فروخت کر کے اسے مالکانہ حقوق دے دیتا ہے۔ نیز بینک اس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ گاڑی خریدنا بھی چاہتا ہے یا نہیں اسی طرح میزان بینک کی طرف سے یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض مستاجر جن کا رویہ بینک کے ساتھ اور لین دین کا معاملہ بہت اچھا رہا ہو ان کو گاڑی کے مالکانہ حقوق بغیر کسی ثمن کے بطور ہدیہ تحفہ دے دیئے جاتے ہیں یا کسی بھی رقم کو چاہے وہ سیکورٹی میں ہو یا اس سے کم وبیش ہو ثمن مقرر کر کے گاڑی بیچ دی جاتی ہے۔ نیز عقد اجارہ کے اختتام پر بینک کو یہ اختیار بھی حاصل ہوتا ہے کہ وہ گاڑی مستاجر کو فروخت کرے یا نہ کرے تو مذکورہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں کیونکہ بینک کے پاس مالکانہ حقوق ہیں اور اس کی مرضی ہے کہ اپنی مملوکہ چیز کو جس طرح چاہے استعمال کرے، چاہے بیچ دے، چاہے کسی کو تحفۃً دے یا نہ دے یا اپنے پاس رکھ لے یہ کسی بھی دوسری مملوکہ چیز پر اختیار رکھنے کی مثل ہوگا کیونکہ مستاجر کے ساتھ بینک کا عقد صرف اجارہ کی حد تک محدود تھا۔ ملکیتی حوالے سے بینک خود مختار ہی رہتا ہے۔

اختتامیہ:

ناظرین کرام! آپ نے مقالہ پڑھا اور آپ نے غور کیا ہوگا کہ ہم نے حتی الامکان وسعت نظر و دلائل سے مقالہ کو مزین کیا اور فقہی عبارات کو بھرپور طریقہ سے پیش کیا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کوئی شخص بہت سے فقہی مسائل پر غور وفکر کر کے لکھتا ہے تو بعض مسائل میں دیگر علماء سے اختلاف ناگزیر ہے یہ بہت مشکل ہے کہ فروعی مسائل میں تمام علماء سے سو فیصد اتفاق ہو جائے۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی سے فکر نظر کا اختلاف ضرور ہوگا۔ ایسے مسائل میں علمی اور فروعی اختلاف کو وسعت ظرف سے لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی : الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

مصادر و مراجع

نمبر شمار	کتابات	مصنفین	مطبوعات
۱	قرآن مجید		
۲	بخاری شریف	محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ دارالحدیث
۳	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین عینیؒ	مکتبہ دارالحدیث
۴	سنن ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ	مکتبہ دارالحدیث
۵	سنن ابی داوٗد	ابوداوٗد سلیمان بن اشعث	مکتبہ دارالحدیث
۶	السنن الکبریٰ	امام بیہقی	
۷	سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی	ولی محمد تاجران کراچی
۸	مشکوٰۃ شریف	ابوعبداللہ محمد (یا محمود) ولی الدین	
۹	سنن دارقطنی	علامہ دارقطنی	نشر السنہ ملتان
۱۰	نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ	شیخ جمال الدین یوسف	
۱۱	شرح صحیح مسلم	مولانا غلام رسول سعیدی	
۱۲	المعجم المفہرس لالفاظ القرآن	عبدالفواد باقی	دارالکتب القاہرہ مصر
۱۳	المعجم المفہرس لحدیث نبوی	ایضاً	ایضاً
۱۴	تحفۃ الاحوزی	مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری	مکتبہ دارالحدیث
۱۵	طحاوی شریف	ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی	ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی
۱۶	کنزالدقائق	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد	نوریہ رضویہ سکھر
۱۷	بحرالرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم	دارالکتب العربی مصر
۱۸	رمزالحقائق فی شرح کنزالدقائق	علامہ بدرالدین محمد العینی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۹	منتخب الظہریہ	علامہ بدالدین عینی	
۲۰	شرح وقایہ	صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود	مکتبہ فاروقیہ ملتان
۲۱	حاشیہ شلبی علی شرح الوقایہ	از علامہ شہاب الدین احمد شلبی	مکتبہ امدادیہ ملتان

☆ الفقہ حقیقتہ الفتح والشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا ☆

نمبر شمار	کتابیات	مصنفین	مطبوعات
۲۲	زیلعی شرح متن الکنز	فخر الدین عثمان بن علی	الکبریٰ الامیریہ مصر
۲۳	المختصر قدوری	ابوالحسین احمد بن محمد	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۴	الہدایہ	ابوبکر برہان الدین مرغینانی	قرآن محل کراچی، مکتبہ رحمانیہ لاہور
۲۵	کفایہ شرح ہدایہ	جلال الدین بن شمس الدین خوارزمی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۶	فتح القدیر	شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد	ایضاً
۲۷	مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	عبداللہ بن شیخ محمد بن سلیمان	دارالاحیاء التراث العربی لبنان
۲۸	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۹	تنویر الابصار	شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ	مطبوعہ کوئٹہ
۳۰	ردالمحتار	علامہ شامی	ایضاً
۳۱	درالمختار	محمد بن علی بن محمد بن علی	ایضاً
۳۲	فتاویٰ عالمگیریہ	مولانا نظام الدین	ایضاً
۳۳	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خاں بریلوی	مکتبہ امجدیہ
۳۴	بہارِ شریعت	مولانا امجد علی اعظمی	شبیر برادرز لاہور
۳۵	الفتاویٰ الاسلامیہ	العلامہ من دارالافتاء المصر	مصر
۳۶	المسائل المستحد ثہ	سید محمد صادق الحسنی	
۳۷	احکام الاسلام و ضرورات المجتمع المعاصر	ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی	
۳۸	موقوف الشریعہ الاسلامیہ	ڈاکٹر محمد البیہقی	
۳۹	درالاحکام		
۴۰	فتاویٰ بزازیہ	مولانا شہاب الدین ابن بزاز	مطبوعہ کوئٹہ
۴۱	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین المعروف ابن نجیم	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
۴۲	فقہ السنہ	علامہ سید سابق	دارالکتب العربی بیروت لبنان